عصر حاضر میں پسند کی شادی کا بڑھتا ہوا رجحان

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)

عبدالقادر بزدار*

غازی عبدالرحمن قاسمی**

سید عبدالخبیر آزاد***

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اسلام کا نظام نکاح ایک ایسا مرتب ادارہ ہے جو انسانی اجتماعیت کی بنیاد ہے۔ اگر اس میں کوئی سقم یا نقص نہ ہو تو معاشرہ ہر قسم کے فساد سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تو اس کے اثرات و نتائج پورے معاشرہ پر مرتب ہوں گے۔ اسی لئے اسلامی تعلیمات شادی بیاہ کے بارے میں اس قدر مفصل اور عمدہ ہیں کہ اگر ان کو اپنا لیا جائے تو عصر حاضر میں پیش آنے والے بعض ایسے مسائل جو بظاہر حل ہوتے نظر نہیں آرہے وہ سب خود بخود درستگی کی راہ پر آجائیں گے۔

اسلام نے مرد و عورت کے تعلق کو معاشرتی قدر کے طور پر قانونی اور اخلاقی تحفظ دے کر نکاح سے موسوم کیا ہے اور ایسے آداب سکھائے ہیں جو اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے میں اور اس کے اہم مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور ایسی جذباتیت سے منع کیا جو شریعت کی نظر میں غیر ضروری ہے۔ قرآن و حدیث میں معاشرتی پاکیزگی کی فضاء قائم کرنے کے لئے عفت و عصمت کی بنیاد بنا کر مرد و عورت کے جنسی تعلق کو قانونی شکل دینے کی اہم وجہ جنسی آسودگی کے ساتھ ،حفاظت نسب اور زندگی کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے۔

انسان جب حدود قیود سے باہر نکل کر سوچتا ہے تو اس کا نفس اسے جنسی آوارگی اور بے راہ روی پر آمادہ کرتا ہے جس سے اخلاقی بندشیں ختم ہوجاتی ہیں اور بہیمی قوتیں اسے انسانیت سے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے آتی ہیں۔ جو اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت کو داغدار بنا دیتی ہیں۔ اسلام نے نفس کی سرکشی اور بہیمانہ خواہشات کو فطری اور جائز راستہ نکاح کی صورت میں دیا تاکہ انسان اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی گزارے اور ناجائز تعلقات و منفی راستوں سے بچے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر جو طبعی تقاضے رکھے گئے ہیں ان میں عورتوں کی طرف رغبت ایک فطری بات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ﴾(۱)

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، پوسٹ گریجوایٹ سنٹر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان، پاکستان

**لیکچرار، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان، پاکستان

***خطیب بادشاہی مسجد، لاہور، پاکستان

''لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں۔''

لوگوں کی عورتوں میں رغبت اور ان کی طرف قلبی میلان فطرتاً ان میں ودیعت رکھ دیا گیا ہے۔ اپنی پسند اور محبت کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان غلط راستہ کا انتخاب کر سکتا ہے جو اس کے لئے شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے اور اگر اسے کہا جائے کہ وہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے اور عورتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو تو یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اسلام نے راہ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے مرد و عورت کے درمیان ایک قانونی رشتہ نکاح کی صورت میں قائم کیا۔ آج کل نجی زندگی اور پسند کے نام پر مغربی دنیا میں غیر فطری عمل اختیار کیے جا رہے ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں ان کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور عصر حاضر میں چونکہ پسند کی شادی کا رجحان بہت زیادہ بڑھ رہا ہے اس لیے مرد و عورت کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

شادی کی اہمیت قرآن و سنت کی روشنی میں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (۲)

''تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔''

اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ بھی نکاح کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں موجود ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي''(۳)

''میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقے پر نہیں۔''

ایک اور مقام پر نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ''(۴)

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ شادی کر لے اور جس میں طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے۔ روزہ اس کو خصی کر دیتا ہے۔ (شہوت کم کر دیتا ہے)''

بلکہ ایک مقام پر آپ ﷺ نے شادی کو نصف دین کی تکمیل قرار دیا ارشاد ہے:

'اذا تَزَوَّجَ العَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰه في النِّصْفِ الباقِي'' (۵)

''جب کوئی بندہ (مسلمان) شادی کرتا ہے تو اس نے اپنے نصف دین کو مکمل کرلیا۔ پس باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ سے ڈرے۔''

مندرجہ بالا مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے۔ شریعت اسلامیہ نے ایک طرف نکاح کو جائز قرار دیا تو دوسری طرف زنا سے شدت اور سختی کے ساتھ منع کیا اور عبرت ناک سزا بھی رکھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾ (۶)

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ہے۔''

اور زنا کی سزا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۷)

''بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔''

شادی معاشرتی ستون:

شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، شخصی ضرورت، طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں میں باہمی الفت و ملاپ کا ذریعہ ہے اور معاشرہ انسانی کے بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت و فضیلت کا حامل ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔

چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت شروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدے کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا۔ البتہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اسلام نے جو شرائط مقرر کیں، احکام نافذ کیے اور جو قواعد و ضوابط وضع کیے ہیں وہ قرآن و حدیث اور کتب فقہ میں موجود ہیں۔ اسلام نے نکاح میں مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا اختیار

دیا ہے مگر اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ پسند ایسی نہ ہو جس پر شریعت کی طرف سے ممانعت ہے۔

یورپ میں جنسی بے راہ روی:

اسلام میں مرد وعورت کے لئے جنسی لذت کا حصول صرف نکاح میں ہے۔ اس شریفانہ طریقہ کے علاوہ اور کسی صورت کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔ مگر اس وقت مغربی ممالک کی صورت حال اس بارے میں بڑی تشویشناک اور لمحہ فکریہ والی ہے۔ یورپ کی جنسی بے راہ روی کے بارے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''ہر معاشرے میں شادی سے پہلے ہر مرد اور عورت کو جنسی لحاظ سے پاک دامن رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ لیکن مغربی معاشرہ اور کچھ دیگر غیر ترقی یافتہ معاشرے مرد وعورت کو جنسی اختلاط کی اجازت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر پولی نیشیا کے سیموئن قبائل میں ہر بالغ مرد اور عورت سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ شادی سے پہلے جنس کا تجربہ کر چکے ہیں۔ ان قبائل میں شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ راتیں گزارنا ان کی روایت اور تمدن کا حصہ ہے۔ اسی طرح کینیا کے ماسی قبائل میں جب ایک لڑکا بالغ ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر تربیتی کیمپوں میں چلا جاتا ہے جہاں وہ جنگی ماہرین سے جنگ اور لوٹ مار کرنے کے طریقے سیکھتا ہے۔ اس دوران نزدیکی گھروں میں رہنے والی جوان لڑکیاں ان کی خدمت گزاری کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ جن سے جنسی تعلق قائم کرنا ان جوانوں کا حق ہوتا ہے۔(۸)

اور مغربی تہذیب کے بارے میں مولانا گوہر رحمٰنؒ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''اہل یورپ چونکہ اپنی مذہبی اقدار سے دور جا چکے ہیں اس لئے مغربی تہذیب ایک بالغ شخص کو کھلی چھٹی دینے کی قائل ہے۔ کسی قسم کی کوئی بندش یا قید جو اس مرد وعورت کا فاصلہ کرے اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہر طرف جسمانی طور پر لطف اندوزی کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ اخلاقی قدروں کی پامالی اس کا حق آزادی شمار کیا جاتا ہے اور حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر مال کمائے تو یہ اس کا معاشی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ عورت، مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرے تو یہ اس کا تمدنی حق سمجھا جاتا ہے اور مرد وعورت بے راہ روی پر اُتر آئیں تو یہ ان کا جنسی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ معاشرے کی اکثریت اپنی کسی لذت اور خواہش کی تکمیل کے لئے ایک ناجائز کام کو جائز کرانا چاہے تو یہ حق جمہوریت کی رو سے ممکن ہے۔(۹)

الغرض یورپ میں ہر بالغ شخص کو کھلی چھوٹ حاصل ہے کہ وہ جس طریقہ سے چاہے اپنی زندگی گزارے اور جنسی تعلقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ہم جنس پرستی بھی جائز ہے خواہ وہ مرد کی مرد کے ساتھ ہو یا عورت کی عورت کے ساتھ ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر جانوروں کے ساتھ فحش حرکات میں ملوث ہو گئے

ہیں۔مگر اسلام میں نکاح کے علاوہ تمام صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔شریعت نے جہاں مرد وعورت کو پسند سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے وہاں یہ بھی بتادیا ہے کہ کن افراد کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے۔مگر یورپ میں آج کل بے راہ روی اپنے عروج پر ہے۔پسند اور نجی معاملہ کے نام پر غیر فطری عمل اختیار کیے جارہے ہیں ان کی شرعی حیثیت درج ذیل ہے۔

ا۔مرد کی مرد کے ساتھ شادی:

مغربی ممالک میں مرد کی مرد کے ساتھ شادی کا رواج عام ہے۔مگر چونکہ اس قسم کے تعلق سے مقصود عیش وعشرت ہے،عفت وعصمت وبقائے نسل انسانی ودیگر مقاصد پیش نظر نہیں ہوتے اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس قسم کے تعلقات پر کڑی پابندی لگائی ہے۔قرآنی شہادت کے مطابق مرد کی دوسرے مرد کے ساتھ جنسی تعلق کی ابتداء حضرت لوطؑ کی قوم سے ہوئی۔(۱۰)اور جب وہ اس جرم عظیم سے باز نہ آئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور زمین کو اُلٹ کر ان پر پھینک دیا گیا۔(۱۱)اس فعل قبیح کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا﴾(۱۲)

’’تم میں سے جو دو مرد بدکاری کریں ان کو ایذا دو۔‘‘

اور اسی طرح حدیث میں ہے:

﴿مَنْ وَجَدْ تُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ﴾(۱۳)

’’تم جس کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔‘‘

۲۔عورت کی عورت سے شادی:

عورت کا عورت سے شادی کرنا جیسا کہ یورپ میں اس قسم کے واقعات بھی سامنے آرہے ہیں۔اسلام میں اس قسم کے تعلقات بھی مذموم وممنوع ہیں۔

حدیث میں ہے:

’’ لَايَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْ أَةُ اِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِى الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِى ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِى الْمَرْأَةُ اِلَى الْمَرْ أَةِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ‘‘(۱۴)

’’کوئی مرد کسی مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کا ستر دیکھے اور نہ ہی کوئی مرد ایک کپڑے میں دوسرے مرد کے ساتھ لیٹے اور نہ ہی کوئی عورت ایک کپڑے میں دوسری عورت کے ساتھ لیٹے۔‘‘

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(م۔۱۱۷۶ھ)اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اقول: ذلک لان النظر الی العورة یهیج الشهوة، والنساء ربما یتعا شقن فیما بینهن

وكذالك الرجال فيما بينهم ولاحرج في ترك النظر الى السوءة، وايضا فستر العورة من اصول الارتفاقات لا بد منها." (۱۵)

''میں کہتا ہوں یہ ممانعت اس لئے ہے کہ ستر کا دیکھنا شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے اور بسا اوقات عورتیں بھی ایک دوسرے پر فریفتہ ہو جاتی ہیں اور اس طرح مرد بھی ایک دوسرے کے عاشق ہو جاتے ہیں اور ستر کی طرف نظر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نیز ستر کو چھپانا تہذیب کے ان اصولوں میں سے ہے جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔''

چنانچہ شریعت اسلامیہ میں مردوں کے مردوں کے ساتھ عورتوں کے عورتوں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات سختی سے منع ہیں۔

۳۔ مرد کا غیر عورت کے ساتھ تعلقات قائم کرنا:

نکاح کے بغیر مرد کا عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کبیرہ گناہ ہیں۔ جس کی سزا شادی شدہ کے لئے رجم (۱۶) اور کنوارے کے لئے سو کوڑے ہیں (۱۷) اور اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ قوم لوط والا عمل کرے تو اس پر بھی بڑی سخت وعید ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لَايَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ'' (۱۸)

''اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت سے غیر فطری عمل کرے یعنی پیچھے سے جماع کرے۔''

محی الدین امام نوویؒ (م۔۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

واتفق العلماء الذين يعتدبهم على تحريم وطء المرأة في دبرها حائضا كانت أوطاهراً لأحاديث كثيرة مشهورة. (۱۹)

''بہت سی احادیث مشہورہ کے پیش نظر قابل اعتماد علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا حرام ہے خواہ وہ حائضہ ہو یا پاک۔''

۴۔ جانوروں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا:

مغربی ممالک میں ایک قبیح فعل جانوروں کے ساتھ فحش حرکات میں ملوث ہونا ہے۔ مگر اسلام میں اس کی بڑی سخت مذمت اور وعید آئی ہے۔ جانوروں کے ساتھ فعل بد کی سخت سزا تجویز کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ وَجَدْ تُمُوهُ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ'' (۲۰)

''جس کو جانور سے بدفعلی کرتے پاؤ اسے قتل کر دو اور جانور بھی ہلاک کر دو۔''

بلکہ ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے۔حدیث میں ہے:

''مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى بَهِيمَةً'' (۲۱)

''چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ملعون ہے۔''

الغرض یہ کہ نکاح کے پاکیزہ رشتے کے علاوہ باقی جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں حفاظت نسب کی کوئی صورت نہیں۔جب کہ بعض صورتوں میں نسل انسانی کا خاتمہ ہے اور نکاح سے معاشرتی زندگی میں جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ بھی پس پشت چلے جاتے ہیں اور معاشرے میں بگاڑ و فساد پیدا ہوتا ہے۔اور سب سے بڑی نقصان دہ بات یہ ہے کہ انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب خواہشات کی تکمیل کے لئے اخلاقی و مذہبی پابندیوں کی رعایت نہ کی جائے تو پھر معاشرہ میں پھیلنے والی انارکی کا تصور ہی لرزا دینے والا ہے۔اسی لیے شریعت اسلامیہ نے ناجائز راستوں پر پابندیاں لگائیں۔مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ شریعت نے پسند کے نکاح کی اجازت دی ہے۔مگر ناجائز اور غلط طریقوں سے پسند کو اپنانے سے منع کیا ہے۔

مردوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت:

شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کسی بھی ایسی عورت سے شادی کر سکتا ہے جو نہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور نہ وقتی کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو۔قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (۲۲)

''تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔''

بلکہ نکاح سے پہلے مرد کا اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے۔احادیث میں نہایت صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ملتا ہے۔حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا'' (۲۳)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہو اس کو دیکھ لے اس

کے بعد نکاح کرے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز پائی جو نکاح پر رغبت کا سبب بنی۔ پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا۔''

بلکہ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں جن میں نکاح سے قبل عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

امام ابن بطالؒ (م۔۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

''ففي هذه الأحاديث اباحة النظر الى وجه المرأة لمن أرادنكاحها'' (۲۴)

''پس ان احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔''

جمہور کی رائے:

جمہور علماء کے نزدیک قبل از نکاح مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ امام ابن بطالؒ لکھتے ہیں:

''ذهب جمهور العلماء الى أنه لابأس بالنظر الى المرأة اذا أراد أن يتزوجها.'' (۲۵)

جمہور علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب کسی عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محی الدین امام نوویؒ مخطوبہ عورت کی طرف نظر کے جواز والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وفيه استحباب النظر الى وجه من يريد تزوجها وهو مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة وسائر الكوفيين وأحمد وجماهير العلماء.'' (۲۶)

''اور اس حدیث میں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنا اس شخص کے لئے مستحب ہے جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہو اور یہی مذہب ہمارا (شوافع کا) ہے اور (امام) مالکؒ اور (امام) ابوحنیفہ اور تمام کوفہ (کے اہل علم) اور (امام) احمدؒ سمیت جمہور علماء کا ہے۔''

امام عبدالرحمٰن المقدسی الحنبلیؒ (م۔۶۸۲ھ) لکھتے ہیں:

قال شيخنا لا نعلم بين أهل العلم في اباحة النظر الى المرأة لمن أرادنكاحها خلافا. (۲۷)

''ہمارے مشائخ نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہو اس عورت کی طرف نظر کے جائز ہونے کے بارے میں جس سے کوئی شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو۔''

مخطوبہ عورت کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تھانوی (م ۔۱۳۹۴ھ) باب جواز النظر الی المخطوبہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی مخطوبہ عورت کی طرف قبل از نکاح دیکھنے والی روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

''کہ احادیث مذکورہ اس باب میں نص ہیں کہ یہ نظر صرف ان اعضاء کی طرف ہو سکتی ہے جو ستر میں داخل نہیں ہیں مثلاً چہرہ اور ہتھیلیاں ۔ اور جمہور کا یہی مذہب ہے ۔ اور اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل حضرت جابرؓ کی روایت فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ ہے اور راوی جو روایت کرتا ہے وہ اس کو زیادہ پہچانتا ہے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خاطب لڑکی کے اولیاء سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ لڑکی کو اس کے سامنے لایا جائے ۔ اس لیے کہ اس میں اولیاء کی سبکی ہے ۔ اور ایسے مباح کام جن میں کسی کی سبکی ہو سکتی ہو وہ جائز نہیں ہوتے ۔ اور نہ ہی عورت کو مطلع کرتے ہوئے دیکھا جائے اس لیے کہ ایسے معاملات میں عورتوں کو حیا آتی ہے اور اس طرح سے اجنبی مرد کی نظر عورت کے دل پر گراں گزرتی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے عورتوں کی جبلت میں غیرت رکھی ہے ۔ بہر کیف چپکے اور خفیہ طریقے سے مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے ۔ اور اس قسم کی نظر میں چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھی جا سکتی ہیں ۔'' (۲۸)

مخطوبہ عورت کو نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت میں شریعت کی حکمت:

شریعت اسلامیہ کا قبل از نکاح مخطوبہ عورت (جس سے عرف عام منگنی ہو چکی ہے) کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ پیغام نکاح دینے والے مرد کے دل میں الفت و محبت کے جذبات پیدا ہوں اور وہ اس عورت کو اپنی پسند اور رضا سے اپنائے تاکہ بعد میں ناپسندیدگی کی وجہ سے ندامت وشرمندگی کا سامنا نہ ہو ۔ علامہ ابن نجیمؒ (م ۔ ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

ونظره الی مخطوبته قبل النكاح سنة فانه داعية للألفة. (۲۹)

''اور مخطوبہ عورت کی طرف نکاح سے قبل دیکھنا سُنت ہے پس بے شک یہ دیکھنا محبت کی طرف داعی ہے ۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

السبب فی استحباب النظر الی المخطوبة ان یکون التزوج علی رویة وان یکون أبعد من الندم الذی یلزمه ان اقتحم فی النکاح ولم یوافقه. (۳۰)

''مخطوبہ عورت کی طرف دیکھنے کے مستحب ہونے کا سبب یہ ہے کہ شادی غور وفکر سے ہو اور وہ اس ندامت سے دور رہے جو اس کو نکاح کرنے کے بعد لاحق ہوگی ۔ اگر وہ شادی اسے موافق نہ آئی ۔''

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نکاح سے عورت کو دیکھنے کی اجازت دینا اسی لئے تا کہ اس کی محبت میں اضافہ ہو اور زندگی پر سکون وخوشگوار گزرے۔

اور اہم بات یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک مخطوبہ عورت کو دیکھنے کے لئے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ چپکے سے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر اطلاح کیے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ احادیث میں بھی عورت کی اجازت کے ساتھ دیکھنے کا ذکر نہیں ہے اور اس کی حکمت یہی ہو سکتی ہے کہ اگر اس کو اطلاع کیے بغیر دیکھ لیا اور وہ پسند نہ آئی تو اسے ٹھکرائے جانے پر تکلیف اور اذیت نہیں ہوگی۔ (۳۱)

مندرجہ بالا اہل علم کے اقوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ نکاح سے قبل مرد کو عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنے کی اجازت دینا اسی لئے ہے تا کہ وہ پسند کی شادی کر سکے اور بعد میں ناپسندیدگی کی تلخیاں اس کی زندگی میں زہر نہ گھول سکیں۔ شریعت اسلامیہ چاہتی ہے کہ رشتہ نکاح ایک پائیدار رشتہ ہو اس لئے وہ ابتداءً ہی ناپائیداری کے تمام دروازوں کو بند کر دیتی ہے۔ اس لئے اس لڑکی کو نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی کہ جس کو پیغام نکاح دیا جائے پہلے اس کو دیکھ لیا جائے۔

لیکن مغربی تہذیب تو اس بات کی اجازت دے رہی ہے کہ مرد و عورت کو نکاح سے قبل ایک دوسرے کے ساتھ ایک عرصہ تک وقت بھی گزارنا چاہیے اور باہم پیار و محبت کے تعلقات رکھنے چاہییں۔ تا کہ اچھی طرح ایک دوسرے کی طبیعت اور مزاج کا علم ہو جائے۔ مگر اسلام اس طرح کے تعلقات کو بے حیائی اور کبیرہ گناہ قرار دیتا ہے۔

عورتوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت:

شریعت اسلامیہ نے جس طرح مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا ویسے ہی عورت کو بھی دیا ہے۔ کہ وہ شادی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب کر سکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ ارشاد بانی ہے:

﴿''حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۳۲)

''یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (۳۳)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

چنانچہ ان آیات کے پیش نظر فقہاء احناف کی یہ رائے ہے کہ عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔(۳۴)
اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس مسئلہ کو واضح کرتی ہے کہ عورتوں کی پسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا نکاح کیا جائے اور بالغہ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَارَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ'' (۳۵)

''شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ کنواری کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کنواری کی اجازت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔؟ فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔''

بلکہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔

''عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ'' فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا'' (۳۶)

''حضرت خنسا بنت خدام انصاریہؓ کہتی ہیں کہ میرے والد نے ایک جگہ میرا نکاح کر دیا اور میں ثیبہ تھی اور مجھے وہ نکاح منظور نہ تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے میرا نکاح فسخ کر دیا۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔(یعنی اگر وہ چاہے تو نکاح کو فسخ کر دے)'' (۳۷)

حضرت عروہؓ سے روایت ہے:

''أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَعْمَدُ أَحَدُ كُمْ إِلَى بِنْتِهِ فَيُزَوِّجُهَا الْقَبِيحَ إِنَّهُنَّ يُحْبِبْنَ مَاتُحِبُّونَ''(۳۸)

''حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے کرا دیتا ہے (ایسا نہ کرو) بے شک وہ عورتیں بھی وہی پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔''

اور حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی کتب حدیث میں موجود ہے:

''لَا يُكْرِهَنَّ أَحَدُكُمُ ابْنَتَهُ عَلَى الرَّجُلِ الْقَبِيحِ فَإِنَّهُنَّ يُحِبِّنَ مَاتُحِبُّونَ'' (۳۹)

''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کو بدصورت آدمی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرے پس بے شک وہ عورتیں بھی وہ پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔''

علامہ موسیٰ الحجاوی المقدسی (م۔۹۶۸ھ) شیخ الاسلام ابن جوزیؒ (م۔۵۹۷ھ) کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزی فی کتاب النساء ویستحب لمن أراد أن یزوج ابنته أن ینظرلها شابا مستحسن الصورة ولا یزوجها دمیما وهوالقبیح. (۴۰)

''ابن جوزی نے کتاب النساء میں کہا اس آدمی کے لئے مستحب ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرے کہ وہ اس کے لئے اچھی شکل وصورت والا نوجوان دیکھے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے نہ کرائے۔''

معلوم ہوا عورت کے جذبات اور احساسات کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی شادی کی جائے۔

نکاح سے قبل مخطوبہ عورت کے لیے خاطب کو دیکھنے کی اجازت:

فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو عورت نکاح سے قبل دیکھ سکتی ہے۔

امام ابواسحاق شیرازیؒ (م۔۴۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''ویجوز للمرأة اذا أرادت أن تتزوج برجل أن تنظر الیه لانه یعجبها من الرجل ما یعجب الرجل منها.'' (۴۱)

''اور جائز ہے عورت کے لئے جب وہ کسی آدمی سے شادی کا ارادہ کرے کہ دیکھے اس کی طرف، اس لئے کہ پسند آئے گی اس کو مرد میں سے وہ چیز جو پسند آتی ہے مرد کو عورت سے۔''

فقہاء احناف و مالکیہ اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے کہ نکاح سے قبل عورت پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھ لے۔ (۴۲)

معلوم ہوا نکاح سے پہلے عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھے تا کہ بعد میں ناپسندیدگی ازدواجی زندگی پر اثر انداز نہ ہو۔

ولی کی اجازت کے بغیر عورت کی شادی کا شرعی حکم:

عصر حاضر میں پسند کی شادی کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے۔ بہت سے واقعات ایسے آرہے ہیں کہ جن میں مرد و عورت اپنی پسند سے اپنے اولیاء اور بزرگوں کو اعتماد میں لے کر Love Marriage کر رہے ہیں۔ یہ ان کا شرعی حق ہے جس کی شریعت تائید کرتی ہے مگر بہت سارے واقعات ایسے بھی ہیں کہ مرد و عورت نے اپنے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کر لی اور بعد میں پکڑے جانے پر انہیں بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ آج کل اخبارات

میں اس قسم کی خبریں کثرت سے سامنے آ رہی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کوئی لڑکی گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرتی ہے تو یہ شادی شریعت کی نگاہ میں کیسی ہے۔؟

اس مسئلہ کو اس طرح سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ عاقلہ وبالغہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر خود کر سکتی ہے یا نہیں۔؟فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں ''حکم النکاح بعبارۃ النساء'' (عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کا حکم) اس مسئلہ میں حنفیہ اور جمہور فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔حنفیہ کے نزدیک ''عبارت النساء'' سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک ''عبارۃ النساء'' سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ ولی کی ''تعبیر'' ضروری ہے۔ائمہ کا تفصیلی موقف درج ذیل ہے۔

احناف کا موقف:

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظاہر الروایت کے مطابق عاقلہ وبالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے۔اور امام ابو یوسفؒ سے ایک اور روایت ہے کہ ولی کی رضامندی ضروری ہے۔جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک اس قسم کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا وگرنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

علامہ مرغینانیؒ (م۔۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

''وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضا ھا وان لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت او ثیبا عند ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ،فی ظاھر الروایۃوعن ابی یوسفؒ انہ لاینعقد الابولی وعند محمدؒ ینعقد موقوفا.'' (۴۳)

''اور عاقلہ وبالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے۔اگرچہ ولی نے اس پر عقد نہ کیا ہو باکرہ ہو یا ثیبہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظاہر الروایت میں۔اور امام ابو یوسف سے (غیر ظاہر الروایت میں) مروی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا۔اور امام محمدؒ کے نزدیک موقوف ہو کر منعقد ہوگا۔''

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عاقلہ وبالغہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔اور امام محمدؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی شیخین کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

چنانچہ علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:

''ویروی رجوع محمدالی قولھما۔''(۴۴)

''اور روایت کیا گیا امام محمدؒ کا رجوع شیخین کے قول کی طرف۔''

احناف کے دلائل:

۱۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت براہ راست عورت کی طرف کی گئی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔جیسا کہ دو آیتیں پیچھے گزر گئی ہیں۔پہلی آیت ہے۔﴿حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ اس آیت کے تحت امام کاسانیؒ (م۔۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

''انه اضاف النكاح اليها فيقتضی تصور النكاح منها۔''(۴۵)

''بے شک نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ نکاح عورت سے متصور (منعقد) ہو سکتا ہے۔''

۲۔ اور دوسری آیت ہے۔﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْ هُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَجَهُنَّ﴾ امام کاسانیؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انه اضاف النكاح اليهن فيدل علی جواز النكاح بعبارتهن من غير شرط الولی۔''(۴۶)

''بے شک نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہو رہی ہے جو ولی کی شرط کے بغیر عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔''

۳۔ اسی طرح قرآن مجید میں ان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کو نبی کریم ﷺ اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَهَا﴾ (۴۷)

''اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں۔(وہ بھی حلال ہے)''

امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''فالاية الشريفه نص علی انعقادالنكاح بعبارتها ۔''(۴۸)

''پس آیت مبارکہ عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہونے پر صریح ہے۔''

4۔ شمس الائمہ سرخسیؒ (م۔۴۸۳ھ) نے حضرت علیؓ کے ایک فیصلہ کو ذکر کیا ہے جو اس مسئلہ میں حنفیہ کی مضبوط دلیل ہے۔

''ان امراء ة زوجت ابنتها برضا ها فجاء اوليائو هما فخاصموهاالی علیؓ فا جاز النكاح وفی هذا دليل علی ان المراء ةاذا زوجت نفسها اوامرت الی غير الولی ان يزوجها فزوجها جاز النـكاح وبه اخذ ابو حنيفةؒسواء كانت بكرا اَو ثيبا اَذا زوجت نفسها جاز النكاح فی ظاهر الرواية۔''(۴۹)

''ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی اس کی رضامندی سے کردی تو اس کے اولیاء مقدمہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورت نے اپنی شادی کی یا غیر ولی کو حکم دیا کہ وہ اس کی شادی کرادے اور اس نے شادی کرادی تو نکاح جائز ہوگا۔ اسی کو امام ابوحنیفہؒ نے لیا ہے۔ عام ازیں اپنا نکاح کرنے والی عورت باکرہ ہو یا ثیبہ جب اس نے خود شادی کر لی تو اس کا نکاح جائز ہوگا ظاہر الروایت کے مطابق۔''

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

''لَیسَ لِلوَلّی مَعَ الثَّیّبِ اَمر''(۵۰)

''ثیبہ کے معاملہ میں ولی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔''

امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''وھذاقطع ولایة الولی عنھا.'' (۵۱)

''اور یہ حدیث ولی کی ولایت کو عورت سے ختم کر رہی ہے۔''

۶. حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اَلأَیّمُ اَحَقُّ بِنَفسِھَا مِن وَلِیّھَا'' (۵۲)

''بے نکاحی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے۔''

شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

''والایم اسم لامراء ة لازوج لھا بکراً کانت او ثیباً وھذا ھوا لصحیح عند اھل اللغة''(۵۳)

''اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اور یہی مطلب اہل لغت کے ہاں صحیح ہے۔''

یہ حدیث حنفیہ کے موقف پر بڑی وزنی دلیل ہے۔

7۔ عقلی دلیل:

عاقلہ وبالغہ عورت کے اپنی مرضی سے کیے گئے نکاح کے جائز ہونے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس لیے کہ وہ عقل وشعور سے مالا مال ہے اور غلط وصحیح میں امتیاز کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے وہ جیسے مرضی استعمال کرے اسی طرح زندگی اس نے گزارنی ہے تو اسے شوہر کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:

''ووجہ الجواز انھا تصرفت فی خالص حقھا وھی من اھلہ لکونھا عاقلة ممیزة

ولهذا كان لها التصرف فى المال ولها اختيار الازواج" (۵۴)

''اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے۔اور وہ تصرف کی اہل بھی ہے اس لیے کہ عاقلہ ممیّزہ ہے۔اور اسی وجہ سے اسے مال میں تصرف کا اختیار ہے۔تو اسے شوہروں کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہے۔''

چنانچہ ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر فقہائے احناف کے نزدیک عاقلہ وبالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جائے گا۔

ولی کی وساطت:

حنفیہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایسے اقدامات خود کرنے کی بجائے اولیاء کی وساطت سے طے کریں تا کہ عورتوں کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو۔کیونکہ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے شرم وحیاء کا مادہ مردوں سے زیادہ رکھا ہے ان کو مردوں کی محافل اور مجالس میں اس قسم کی گفت وشنید میں حیاء آئے گی اور اگر وہ جرات کر کے ایسا کر لیں تو لوگ ان کو بے حیا کہیں گے۔جو کہ نسوانیت کے وقار کے خلاف ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ مصری لکھتے ہیں:

''وانما يطالب الولى بالتزويج كيلاتنسب الى الوقاحة ولذا كان المستحب فى حقها تفويض الامر اليه.''(۵۵)

''اور بے شک مطالبہ کیا جاتا ہے ولی سے نکاح کرنے کا تا کہ اس عورت کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ ہو۔اور اسی لیے عورت کے حق میں مستحب ہے کہ اس کا معاملہ ولی کے سپرد کیا جائے۔''

کفو کا لحاظ:

حنفیہ کے ہاں عاقلہ وبالغہ عورت کا اپنی پسند سے کیا ہوا وہی نکاح منعقد ہوگا جو اس نے اپنے ''کفو'' میں کیا ہوگا۔ تا کہ اس کے اولیاء کے لیے باعث ذلت وعار نہ ہو۔اگر اس نے ''غیر کفو'' میں نکاح کیا تو وہ منعقد نہیں ہوگا۔

امام زیلعیؒ (م۔۷۴۳) لکھتے ہیں:

وعن أبى حنيفة وأبى يوسف أنه لايجوز فى غير الكفء لأن كثيرا من الأشياء لايمكن دفعه بعد الوقوع واختار بعض المتأخرين الفتوى بهذه الرواية لفساد الزمان.(۵۶)

''اور امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہ ہوگا۔اس لئے کہ بہت سے ایسے معاملات ہیں واقع ہو جانے کے بعد جن کا حل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔اور بعض متاخرین نے زمانہ کے فساد کی وجہ

سے اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے۔"

علامہ ابن نجیم مصریؒ (م۔۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

ان کان الزوج کفؤا نفذ نکاحها والا فلم ینعقد أصلا وفی المعراج معزيا الی قاضی خان وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا.(۵۷)

"اگر عورت کا شوہر اس کے ہم پلہ ہو تو اس کا نکاح نافذ ہو جائے گا وگرنہ بالکل نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا اور معراج میں قاضی خان وغیر کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے ہے۔ ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لئے یہی بات پسندیدہ ہے۔"

البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس غیر کفو میں نکاح سے رضامند ہوں تو پھر وہ نکاح صحیح ہے۔(۵۸) احناف کے اس موقف کی روشنی میں جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عاقلہ و بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے خود نکاح کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کے "کفو" میں ہو۔

۲۔ غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہوگا۔

۳۔ غیر کفو میں اگر اولیاء اپنی رضامندی سے نکاح کر دیں تو وہ درست ہوگا۔

۴۔ عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خود ایسے اقدام نہ کریں بلکہ اولیاء کو واسطہ بنائیں تا کہ ان کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو۔

جمہور کا موقف:

جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی "کی تعبیر" کے بغیر ہو درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ نکاح سے مقصود مقاصد نکاح ہوتے ہیں اگر ان کو عورتوں کے حوالے کر دیا جائے تو ان میں خلل واقع ہوگا اور وہ پوری طرح حاصل نہ ہو نگے۔ اس لیے کہ عورتوں کی عقل ناقص ہے۔(۵۹) اس مسئلہ میں جمہور کا موقف تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن رشدؒ الجد (م۔۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

"ان النکاح لایصح الابولی ولا ینکح المراۃ الا ولیها." (۶۰)

"ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اور عورت نکاح نہ کرے مگر اپنے ولی کے ذریعے۔"

شوافع کا موقف:

امام ابواسحاق شیرازیؒ لکھتے ہیں:

"لایصح النکاح الابولی فان عقدت المراۃ لایصح." (۶۱)

"ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ پس اگر عورت نے عقد کرلیا تو صحیح نہ ہوگا۔"

امام ابوالحسین یحیی بن ابی الخیر العمرانی (م۔۵۵۸ھ) لکھتے ہیں:

"قال الشافعیؒ قد دل کتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ ﷺ علی ان حتما علی الاولیاء ان یزوجوا لحرائر البوالغ اذااردن النکاح." (۶۲)

"امام شافعیؒ نے کہا تحقیق اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اس بات پر رہنمائی کرتی ہے کہ اولیاء پر لازم ہے وہ بالغہ آزاد عورتوں کی شادی خود کرائیں جب وہ عورتیں نکاح کا ارادہ کریں۔"

حنابلہ کا موقف:

شیخ الاسلام ابن قدامہؒ (م۔۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

"فان عقدتہ المراۃ لنفسھا، اولغیرھاباذن ولیھا، اوبغیر اذنہ لم یصح." (۶۳)

"پس اگر عورت نے اپنا نکاح خود کرلیا یا کسی اور عورت کا ولی کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔"

جمہور فقہاء کے دلائل:

۱۔ ﴿وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ﴾ (۶۴)

"اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں۔"

۲. ﴿وَ لَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا﴾ (۶۵)

"تم اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

ان مذکورہ بالا آیات میں اولیاء کو متوجہ کر کے خطاب کیا گیا ہے معلوم ہوا اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (۶۶)

۳۔ ﴿وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ﴾ (۶۷)

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کرچکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔"

امام ماوردیؒ (م۔۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

قـال وهـذه ابيـن آية فـى كتـاب اللـه تـعـالـى دلالةعلى ان ليـس للمـرا ء ةان تتـزوج بغيرولى۔(۶۸)

''امام شافعیؒ نے کہا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ آیت بڑی وضاحت سے اس مسئلہ پر دلالت کر رہی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر ولی کے شادی کرے۔''

علامہ ابن رشدؒ مالکی الحفید (م۔۵۹۵ھ) اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا خطاب للاولياء ولولم يكن لهم حق فى الولايةلمانهو عن العضل۔(۶۹)

''اور یہ خطاب اولیاء کو ہے۔اور اگر ان کو حق ولایت حاصل نہ ہوتا تو انہیں عورتوں کو منع کرنے کی نہی نہ ہوتی۔''

علامہ ابن رشدؒ کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد ہوسکتا ہے تو اولیاء کو نکاح سے منع کرنے کا اختیار نہ رہا اس صورت میں قرآن کریم کی نہی کا کوئی مطلب نہ ہوا۔

۴۔ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ(۷۰)

''مرد،عورتوں پر حاکم ہیں۔''

امام قرطبیؒ (م۔۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

"فقد تعاضد الكتاب والسنه على ان لانكاح الا بولى." (۷۱)

''تحقیق قرآن وسنت اس بات کی موید ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔''

۵۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور حضرت شعیبؑ کا واقعہ ہے جب حضرت شعیبؑ نے موسیٰ سے فرمایا:

﴿قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ﴾(۷۲)

''کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں۔''

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيه عرض الولى ابنته على الرجل،وهذه سنة قائمة۔(۷۳)

''اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ ولی اپنی بیٹی کو مرد پر پیش کرے (پیغام نکاح دے) اور یہی سنت رائج ہے۔''

اور آگے مزید امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"وفى هذه الاية دليل على النكاح الى الولى لاحظ للمراة فيه۔"(۷۴)

''اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کا معاملہ ولی کے سپرد ہے اور عورت کا اس میں کوئی دخل

نہیں ہے۔''

6۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لاَنِکَاحَ اِلاَّ بِوَلِیٍ،'' (۷۵)

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔''

7۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل'' (۷۶)

''جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے۔''

اس پوری بحث سے معلوم ہوا جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنی پسند اور مرضی سے خود نکاح نہیں کرسکتی اور اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

جمہور فقہاء کے دلائل کے جوابات:

1۔ ﴿وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ﴾

اس آیت میں اولیاء کو نکاح کرانے کا حکم ہے۔ احناف کا موقف بھی یہی ہے کہ اولیاء کی وساطت سے امور نکاح طے ہونے چاہییں، اس میں تو اختلاف نہیں ہے۔ اور اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عاقلہ و بالغہ نے اپنا نکاح خود کرلیا تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں۔؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا جمہور کا استدلال تام نہ ہوا۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ (م۔۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں:

''ایامی، ایم کی جمع ہے جو ہر اس مرد و عورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کا نکاح موجود نہ ہو۔ خواہ اول ہی سے نکاح نہ کیا ہو۔ یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت سے یا طلاق سے نکاح ختم ہو چکا ہو۔ ایسے مردوں و عورتوں کے نکاح کے لیے ان کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے نکاح کا انتظام کریں۔ آیت مذکورہ سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہے کہ نکاح میں اولیاء کا واسطہ ہونا چاہیے باقی یہ صورت کہ کوئی بلا واسطہ اولیاء نکاح کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ یہ آیت قرآن اس سے ساکت ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ لفظ ایامی میں بالغان مرد و عورت دونوں داخل ہیں۔ اور بالغ لڑکوں کا نکاح بلا واسطہ ولی سب کے نزدیک صحیح ہو جاتا ہے۔ اس کو کوئی باطل نہیں کہتا، اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ لڑکی بالغ اگر اپنا نکاح خود کرے تو وہ بھی صحیح اور منعقد ہو جائے۔ ہاں خلاف سنت کام پر ملامت دونوں کی جائے گی۔''(۷۷)

2۔ ﴿وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا﴾

۱۔ یہ آیت بھی جمہور کے موقف پر محکم نہیں ہے۔اس میں اولیاء کو نکاح کرانے کا کہا جا رہا ہے۔اولیاء کی وساطت سے نکاح کو حنفیہ بھی مستحب کہتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ عاقلہ و بالغہ اگر اپنا نکاح خود کر لے تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں۔؟اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔لہذا استدلال مکمل نہ ہوا۔

۲۔ یہ آیت منسوخ ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ (م۔۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ منسوخ ہے اور ناسخ یہ آیت ہے۔﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (۷۸) اور نیز اس میں خطاب عام ہے جو اولیاء کو بھی شامل ہوسکتا ہے اور غیر اولیاء (اولوالامر) کو بھی شامل ہوسکتا ہے تو استدلال تام نہ ہوا۔'' (۷۹)

۳۔ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾

اس آیت سے بھی جمہور فقہاء کا استدلال نامکمل ہے۔اس آیت میں واضح خطاب ان شوہروں کو ہو رہا ہے جو اپنی بیویوں کو طلاق کے بعد ان کی مرضی سے نکاح کرنے سے روکتے تھے۔ امام بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

''لايتم الاستدلال به لان ظاهر الكلام ان الخطاب لازواج الذين يطلقون نساء هم ثم يعضلونها بعد انقضاء العدةتاثماولحمية الجاهلية لايتركونهن يتزوجهن من شئن من الازواج''(۸۰)

''اس آیت کریمہ سے استدلال تام نہیں ہے۔اس لیے کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں ان خاوندوں کو خطاب ہے جو اپنی عورتوں کو طلاق دیدیتے، پھر عدت گزرنے کے بعد جاہلیت کے تعصب کی وجہ سے انہیں روکے رکھتے تھے وہ انہیں چھوڑتے نہیں تھے کہ وہ اپنی حسب منشاء شوہروں سے شادی کرلیں۔''

علامہ عینیؒ کے اس محققانہ کلام سے واضح ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اولیاء کو خطاب نہیں ہے بلکہ ان عورتوں کے سابقہ شوہروں کو ہے جو طلاق دینے کے بعد دوسری جگہ ان عورتوں کی شادی میں رکاوٹ بنتے تھے۔

نیز اس آیت ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمْ﴾ میں کہا جا رہا ہے جب تم طلاق دو،شرط میں ان کے پہلے خاوند مراد ہیں تو جزاء ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ میں بھی وہی خاوند مراد ہونگے۔اور اس کا قرینہ کے اس آیت میں خاوند ہی مراد ہیں۔آیت کریمہ کے یہ الفاظ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمْ﴾ ''اور جب تم طلاق دو'' طلاق خاوند دیتے ہیں نہ کہ اولیاء اس لیے یہ خطاب سابقہ شوہروں کو ہے۔

۴۔ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾

اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑھا ہوا ہے۔

امام ابن کثیرؒ (م۔۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرد، عورت کا حاکم اور رئیس ہے۔ اور ہر طرح سے اس کا محافظ و معاون ہے۔ اس لیے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں میں رہی۔ بعینہ شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد بن سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنا والی عورت کو بنائے۔ اسی طرح ہر قسم کا منصب قضا بھی مردوں کے لائق ہے۔ اور دوسری وجہ افضلیت کی یہ ہے مرد، عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں جو قرآن و سنت سے ان کے ذمہ ہے مثلا نان ونفقہ، مہر وغیرہ اور دیگر ضروریات کا پورا کرنا۔ پس مرد فی نفسہ بھی افضل ہے۔ اور باعتبار نفع کے بھی اس کا بڑا درجہ ہے۔ اسی لحاظ سے مرد کو عورت کا سردار بنایا گیا ہے۔'' (۸۱)

امام ابن کثیرؒ کی بیان کردہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مردوں کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ جس کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے معاملات میں مردوں سے رہنمائی لینی چاہیے جس میں شادی وغیرہ کا مسئلہ بھی شامل ہے کہ مردوں کی سرداری اور قیادت میں عورتوں کو قدم بڑھانا چاہیے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

جس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان بحث ہے کہ اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں، اور اگر کر لیتی ہے تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں اس کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ وہ آیات جن میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے ان کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس قسم کا نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۵۔ ﴿قَالَ اِنِّیٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ﴾

اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اولیاء کو پیغام نکاح دینا چاہیے جس کے استحبابی درجہ میں احناف بھی قائل ہیں۔ اور جو اختلافی مسئلہ ہے اس کا اس آیت میں ذکر نہیں ہے۔ کہ اگر عورتیں خود ایسے اقدامات کر لیں تو وہ صحیح ہونگے یا نہیں۔؟ جبکہ حنفیہ کے پیش کردہ دلائل میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں۔

۶۔ ''لَانِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ۔''

۷۔ ''ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل''

علامہ ابن نجیمؒ نے ان دونوں حدیثوں کے متعدد جوابات دیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔

۲۔ ان دونوں حدیثوں کی صحت میں اختلاف ہے اور یہ اس حدیث صحیح کا معارض نہیں بن سکتیں جس کی صحت میں اتفاق ہے اور وہ حدیث صحیح یہ ہے۔

''اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِھَا مِن وَلِیِّھَا'' (۸۲)

"بے نکاحی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے۔"

۳۔ "ایما امراۃ نکحت الخ" یہ حدیث باندی، صغیرہ اور مجنونہ کے بارے میں ہے کہ ان کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہ ہوگا۔ یا اس عورت کے بارے میں ہے جو اپنا نکاح "غیر کفو" میں کرلے۔ نیز یہ حدیث جمہور فقہاء کے خلاف حجت ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی عورت نے ولی کی اجازت سے نکاح کیا تو اس حدیث کے مطابق وہ صحیح ہے حالانکہ جمہور فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ولی کی "تعبیر" ضروری ہے۔

۴۔ "لَانِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیّ" یہ حدیث نفی کمال پر محمول ہے کہ اس قسم کا نکاح کامل نہیں ہوگا۔

۵۔ عورت اپنے نفس کی خود ولیہ ہے لہٰذا اگر وہ اپنا نکاح کرتی ہے تو وہ ولی کے بغیر نہ ہوا۔ اس توجیہ کا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ان نکاحوں کی نفی ہوجائے گی جن میں عورتوں کی اپنے اوپر ولایت نہیں مثلاً باندی اور مجنونہ کی اپنے اوپر ولایت نہیں ہے۔ تو ان کے کیے ہوئے نکاح منعقد نہیں ہونگے۔ (۸۳)

احناف اور جمہور فقہاء کے تفصیلی موقف کو جاننے کے بعد دو قسم کی آراء سامنے آئی ہیں۔

۱۔ حنفیہ کے ہاں عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے۔ اگر اس نے ولی کی اجازت کے بغیر "کفو" میں اپنا نکاح کرلیا تو یہ منعقد ہوجائے گا۔ گو بہتر یہی ہے کہ معاملات نکاح اولیاء کی وساطت سے ادا ہوں۔

۲۔ جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی اگر ایسا کیا تو وہ نکاح سرے سے منعقد نہیں ہوگا۔

اب عصری رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر عاقلہ و بالغہ عورت اپنے "کفو" میں شادی کرتی ہے تو فقہائے احناف کے ہاں وہ نکاح درست ہوگا۔ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

تاہم جو لوگ گھروں سے بھاگ کر اولیاء کی اجازت کے بغیر شادی و بیاہ کرتے ہیں ان کا یہ فعل خلاف سنت اور قابل مذمت ہے اور اس قسم کا نکاح شریعتِ اسلامیہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اولیاء اپنی اولاد کا بہتر اور اچھا ہی سوچتے ہیں۔ جہاں شریعت یہ کہتی ہے کہ مرد و عورت اپنی محبت و پسند سے نکاح کرسکتے ہیں وہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ شادی اور نکاح کا معاملہ اپنے بزرگوں اور اولیاء کے ہاتھوں طے کرایا جائے اور عقد سے متاثر ہونے والے اہم افراد (اولیاء) کی رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے۔ تاکہ نکاح کے بنیادی مقاصد پس پشت نہ چلے جائیں اور لڑائی جھگڑوں اور تلخیوں کا طوفان برپا نہ ہوجائے۔

اس لیے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نکاح صرف دو افراد کے ملن کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دو خاندانوں کے آپس میں تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اگر خاندان کے بزرگوں اور بڑوں سے صرف نظر کرتے ہوئے نکاح کیا جائے گا تو اس میں ان کی دعائیں اور دلی تمنائیں شامل نہیں ہونگی۔ اور بسا اوقات اولیاء اپنے نظر انداز کیے جانے کو اس قدر محسوس کرتے

ہیں کہ وہ اپنی شفقتوں اور سرپرستی اولاد کو محروم کر دیتے ہیں۔ جس سے زوجین کو قدم بقدم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ احناف اور جمہور فقہاء کے اس موقف کو مدنظر رکھتے ہوئے حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جو تطبیق کی صورت نکالی ہے وہ نہایت اہمیت کی حامل ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''نکاح میں صرف فیصلہ کرنے کا اختیار عورتوں کو دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی عقل ناقص اور سوچ ادھوری ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ ان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے لئے کون سا قدم اٹھانا بہتر ہے اور عام طور پر ان خاندانی خصوصیات کا لحاظ بھی نہیں کرتی جو خاندانوں میں اہم ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ کبھی غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں جو اُن کے خاندان کے لئے باعث شرمندگی بنتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہوتا کہ ہر قسم کی خرابی اور فساد سے بچا جاسکے اور عام طور پر فطرت کی طرف سے لوگوں میں رائج طریقہ یہی ہے کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہوں اور ان کے ہاتھ میں ہی معاملات کو کھولنا اور لپیٹنا ہو۔ اُن کے ذمہ مصارف ہوں اور عورتوں کے نکاح میں اولیاء کا ہونا مردوں کی شان بڑھاتا ہے اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے جس کا سبب حیاء کی کمی ہے اور اس میں اولیاء کی حق تلفی ہوتی ہے جو ان کی بے قدری کا باعث ہے اور اہم بات یہ ہے کہ نکاح کی تشہیر بھی ضروری ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں فرق ہو جائے اور شہرت کا بہترین طریقہ ہے کہ اولیاء کو نکاح میں شامل کیا جائے۔'' (۸۴)

آخر میں شاہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے:

''اقول: لایجوز ایضاان یحکم الاولیاء فقط لانهم لایعرفون ماتعرف المراة من نفسها ولان حار العقد وقاره راجعان الیها.''(۸۵)

''میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دے دیا جائے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے اور اس لئے کہ عقد کا گرم و سرد معاملہ عورت کی طرف لوٹنے والا ہے۔''

شاہ صاحبؒ کی یہ رائے نہایت معتدل ہے کہ شادی و بیاہ کے مسئلہ میں مکمل اختیار نہ صرف اولیاء عورت کو دیا جائے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند کو مدنظر رکھتے ہوئے عورتوں کے جذبات سے کھیلیں اور نہ ہی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق شادی کرنے کے لئے اپنے اولیاء سے مشاورت کی بھی ضرورت محسوس نہ کرے بلکہ فریقین کو چاہیے کہ وہ اس نہایت اہم عائلی مسئلہ کو شریعت اسلامیہ کے دیے گئے احکامات کی روشنی میں طے کریں کہ جانبین کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ جو کہ یقیناً اُن کے لئے باعث برکت و اطمینان ہوگا۔

خلاصہ بحث:

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور دین فطرت ہے جو انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صاف اور پاکیزہ دیکھنا چاہتا ہے۔ ہر وہ بے راہ روی کا راستہ اور موڑ جو انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس سے منع کرتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ عورتوں کی طرف رغبت اور قلبی میلان و رجحان لوگوں کی فطرت میں شامل ہے۔ اسلام نے غلط اور آوارگی والے راستوں کے متبادل مرد وعورت کے درمیان تعلق کا ایک جائز طریقہ نکاح کی صورت میں دیا۔ جس کا مقصود اصلی مرد وعورت کا ایک دوسرے سے جنسی آسودگی حاصل کرنا ہے اور اپنے دامن عفت کو بے حیائی اور برائی کے بدنما داغوں سے بچانا ہے جو نہ صرف حفاظت نسب کا سبب ہے بلکہ بقاء نسلِ انسانی کا بھی ذریعہ ہے۔

اس کے علاوہ جنسی تعلقات کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ اس رشتہ کے قیام کے لئے اسلام مرد وعورت دونوں کو پسند و ناپسند کا اختیار دیتا ہے تاکہ شادی کے بعد ناپسندیدگی کی تلخیاں پرسکون زندگی میں انتشار و اضطراب کی باعث نہ بنیں اور اولیاء کو اس مسئلہ میں عورتوں پر سختی کرنے سے منع کیا ہے۔ اور مردوں وعورتوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت و معاونت سے فیصلہ کریں اور ان کی وساطت سے قدم اٹھائیں تاکہ ان کی بھی دل آزاری نہ ہو اور معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر اپنا سفر جاری رکھ سکے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن، آل عمران:۱۴

۲۔ القرآن، النساء:۳

۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، ۱۴۰۷ھ، ج ۵ ص ۱۹۴۹

۴۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۵، ص ۱۹۵۰

۵۔ المنذری، عبد العظیم، ابو محمد، الترغیب والترھیب، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ، ج ۳، ص ۲۹

۶۔ القرآن، الاسراء:۳۲

۷۔ القرآن، النور:۲

۸۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار، ۲۰۰۹ء، ص ۱۶۲

۹۔ گوہر رحمان، مولانا، اسلامی سیاست، مردان، مکتبہ تفہیم القرآن، ۲۰۰۲ء، ص ۸۸ تا ۹۳

۱۰۔ القرآن، الاعراف:۸۰

۱۱۔ القرآن، ھود:۸۲

۱۲۔ القرآن، النساء:۱۶

۱۳۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، ج ۴ ص ۱۵۸

۱۴۔ المسلم، بن حجاج، القشیری، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ج ۱، ص ۲۶۶

۱۵۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت، دار الجیل، ۱۴۲۶ھ، ج ۲، ص ۱۹۴

۱۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۵، ص ۲۰۲۰

۱۷۔ القرآن، النور:۲

۱۸۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، ج ۳، ص ۴۶۱

۱۹۔ النووی، یحیٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ، ج ۹، ص ۲۱۰

۲۰۔ الترمذی، ج ۴، ص ۵۶

۲۱۔ ایضاً، ج ۴، ص ۷۱

۲۲۔ القرآن، النساء:۳

۲۳۔ ابو داؤد، ج ۲، ص ۲۲۸

۲۴۔ ابن بطال، ابو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ، ج ۷، ص ۲۳۷

۲۵۔ ایضاً، ج ۷، ص ۲۳۶

۲۶۔ النووی، المنہاج، ج ۹، ص ۲۱۰

۲۷۔ المقدسی، عبد الرحمٰن، ابو الفرج، الشرح الکبیر علی متن المقنع، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع، ج ۲، ص ۳۴۱

۲۸۔ العثمانی، ظفر احمد، مولانا، اعلاء السنن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ج ۱۷، ص ۳۸۲-۳۸۴

۲۹۔ ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، بیروت، دار المعرفت، س ن، ج ۳، ص ۸۷

۳۰۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲ ص ۱۹۲ ۳۱۔ النووی، المنہاج، ج ۹ ص ۲۱۰
۳۲۔ القرآن، البقرہ: ۲۳۰ ۳۳۔ القرآن، البقرہ: ۲۳۲
۳۴۔ العینی، بدر الدین محمود بن احمد، ابو محمد، البنایہ شرح الھدایہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ، ج ۵ ص ۷۰
۳۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۶ ص ۲۵۵۶ ۳۶۔ ایضاً، ج ۵ ص ۱۹۷۴
۳۷۔ ابو داؤد، السنن، ج ۲ صفحہ ۲۳۲
۳۸۔ عبد الرزاق بن ھمام، ابو بکر، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، ج ۶ ص ۱۵۸
۳۹۔ عمر بن شبہ بن عبیدہ، ابو زید، تاریخ المدینہ لابن شبہ، جدہ، ۱۳۹۹ھ، ج ۲ ص ۷۶۹
۴۰۔ الحجاوی، موسیٰ بن احمد بن موسیٰ، ابو النجا، الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دار المعرفت، ج ۳ ص ۱۵۷
۴۱۔ الشیرازی، ابو اسحاق، المھذب فی فقہ الامام الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ج ۲ ص ۴۲۴
۴۲۔ شامی، ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ، ج ۶ ص ۳۷۰
؛ المغربی، شمس الدین، ابو عبد اللہ، محمد بن محمد، مواھب الجلیل لشرح مختصر الخلیل، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ، ج ۵ ص ۲۲
؛ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، ابو محمد المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دار الفکر ۱۴۰۵ھ، ج ۷ ص ۴۶۵
۴۳۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، ابو الحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ج ۱ ص ۱۹۱
۴۴۔ ایضاً، ج ص ۱۹۱
۴۵۔ الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ، ج ۲ ص ۲۴۸
۴۶۔ ایضاً ۴۷۔ القرآن، الاحزاب: ۵۰
۴۸۔ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲ ص ۲۴۸
۴۹۔ السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، المبسوط، بیروت، دار المعرفت، ۱۴۱۴ھ، ج ۵ ص ۱۰
۵۰۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ، ج ۶ ص ۸۵
۵۱۔ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲ ص ۲۴۸
۵۲۔ المسلم، الصحیح، ج ۲ ص ۱۰۳۷؛ ابو داؤد، السنن، ج ۲ ص ۲۳۲؛ الترمذی، السنن، ج ۳ ص ۴۰۸؛ النسائی، السنن، ج ۶ ص ۸۴؛ مالک بن انس، الامام، الموطا، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ، ج ۲ ص ۵۲۴؛ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۳ ص ۱۱۷
۵۳۔ السرخسی، المبسوط، ج ۵ ص ۱۲
۵۴۔ المرغینانی، الھدایہ، ج ۱ ص ۱۹۱
۵۵۔ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۳ ص ۱۱۷
۵۶۔ الزیلعی، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاہر، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، ۱۳۱۳ھ، ج ۲ ص ۱۱۷
۵۷۔ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۳ ص ۱۱۸
۵۸۔ شیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، فتاوی عالمگیری، بیروت، دار الفکر، ج ۱ ص ۲۹۳
۵۹۔ المرغینانی، الھدایہ، ج ۱ ص ۱۹۱
۶۰۔ ابن رشد الجد، محمد بن احمد، ابو الولید، المقدمات الممھدات، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، ج ۱ ص ۴۷۲

۶۱۔ الشیرازی، المھذب، ج ۲ ص ۴۲۶

۶۲۔ العمرانی، ابوالحسین یحیی بن ابن الخیر، البیان فی مذھب الامام الشافعی، جدہ، دار المنہاج، ۱۴۲۱ھ، ج ۹ ص ۱۵۲

۶۳۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابومحمد، الکافی فی فقہ الامام احمد، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۴ھ، ج ۳ ص ۹

۶۴۔ القرآن، النور: ۳۲

۶۵۔ القرآن، البقرہ: ۲۲۱

۶۶۔ ابن رشد الجد، المقدمات الممہدات، ج ۱ ص ۴۷۲

۶۷۔ القرآن، البقرہ: ۲۲۱

۶۸۔ الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، الحاوی الکبیر فی فقہ مذھب الامام الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ، ج ۹، ص ۳۷

۶۹۔ ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، ابوالولید بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ، ج ۳ ص ۳۷

۷۰۔ القرآن، النساء: ۳۴

۷۱۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، جلد ۳ ص ۷۳

۷۲۔ القرآن، القصص: ۲۷

۷۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۳ ص ۲۷۱

۷۴۔ ایضاً، ج ۱۳ ص ۲۷۱

۷۵۔ النووی، یحیٰی بن شرف، المجموع شرح المھذب، بیروت، دار الفکر، س ن، ج ۱۶ ص ۱۴۸؛ ابن قدامہ، الکافی فی فقہ الامام احمد، ج ۳ ص ۹
ابوداؤد، السنن، ج ۲ ص ۲۲۹

۷۶۔ ابن رشد الحفید، بدایۃ المجتہد، ج ۳ ص ۳۷؛ النووی، المجموع شرح المھذب، ج ۱۶ ص ۱۴۸؛ ابوداؤد، السنن، ج ۲ ص ۲۲۹

۷۷۔ مفتی محمد شفیع، مولانا، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۵ء، ج ۶ ص ۴۰۹

۷۸۔ القرآن، المائدہ: ۵

۷۹۔ العینی، محمود بن احمد، بدر الدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج ۲۰ ص ۱۲۱

۸۰۔ ایضاً، ج ۲۰، ص ۱۲۱

۸۱۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ، ج ۲، ص ۲۵۶

۸۲۔ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۳، ص ۱۱۷

۸۳۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۱۷

۸۴۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۱۹۶

۸۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۹۶